تعارفِ کتب

تحدیدِ نسل | مرتبہ: مولانا محمد جعفر پھلواروی۔ ناشر: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ پاکستان، لاہور۔ قیمت ۱۲/-

تہذیبِ جدید کی ترقی کے بعد جتنے بیشمار نئے مسائل لوگوں کے سامنے آئے ان میں ایک تحدیدِ نسل بھی ہے۔ مغربی ممالک میں اس مسئلہ کے موافق و مخالف دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اور دونوں طرف کے دلائل کھل کر لوگوں کے سامنے آگئے ہیں۔ پاکستان میں جب یہ مسئلہ لوگوں کے سامنے پیش ہوا تو مغربی ممالک کے مذہبی و اخلاقی رہنماؤں کی طرح یہاں کے اہلِ دین نے بھی اس پر اعتراضات کیے۔ زیرِ تبصرہ کتاب انہیں اعتراضات کے رد میں لکھی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ علماء وقت کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے اور قرآن و سنت سے انہوں نے اس کے خلاف جو استدلال کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس کتاب میں جتنے مباحث اٹھائے گئے ہیں چونکہ اُن کی زیادہ تر بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات پر پوری طرح غور کیا جائے۔

کتاب کے مطالعہ کے بعد پہلا تاثر جو ذہن پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے دلائل ہیں جنہیں بار بار دہرایا گیا ہے۔ قرآن و سنت کے حوالوں کے بارے میں تو اس احساس کو اور بھی تقویت پہنچتی ہے۔ کتاب کے فاضل مرتب مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواروی اس تکرار کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جب نفسِ مضمون سے متعلق آیات و احادیث کا ذکر آئے گا تو ظاہر ہے کہ ہر مضمون میں خود ساختہ نئی آیتیں یا نئی حدیثیں نہیں لائی جا سکتیں۔ آیتیں بھی وہی ہوں گی جو قرآن میں ہیں اور حدیثیں بھی وہی ہوں گی جو کتب احادیث میں ہیں۔"

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود

یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر اس کتاب کے سارے مقالہ نگاروں کی نگاہ پھر پھرا کر ایک ہی نوعیت کی آیات و احادیث پر کیوں مرکوز رہی۔ قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی کی جس فاضلانہ تصنیف نیل الاوطار سے ان حضرات نے تحدید نسل کا جواز نکالا ہے اُسی میں نہایت واضح الفاظ میں اس کی مخالفت بھی موجود ہے اور عزل کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس میں نقل ہوا ہے کہ یہ الوأدُ الخفی (در پردہ اولاد کشی) ہے۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار جزو پانچ صفحہ ۲۰۹ باب ما جاء فی العزل۔

پھر اس سے بھی زیادہ ایک تعجب انگیز بات یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ اگر ایک مقالہ نگار سے حدیث کے نقل کرنے میں سہو ہو گیا ہے تو سب نے وہی غلطی کی ہے اور خود کتاب اٹھا کر دیکھنے کی قطعاً زحمت گوارا نہیں کی۔

خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے مرحوم نے اپنے مضمون میں بخاری شریف کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی روایت نقل کی ہے۔ مگر شروع میں جو الفاظ تھے اور جو درحقیقت اس کے پس منظر کو واضح کرتے ہیں انہیں حذف کر دیا ہے۔ اصل حدیث یوں شروع ہوتی ہے: وعن ابی سعید قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ بنی المصطلق فاصبنا سبیاً من العرب فاشتھینا النساء واشتدت علینا العزبۃ واحببنا العزل۔۔۔ (ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق کے لیے نکلے، لڑائی میں عرب کی قیدی عورتیں ہاتھ آئیں۔ سو مسافرت کی حالت میں) تجرد ہم پر شاق گزر رہا تھا۔ ان عورتوں سے ہم نے تمتع کرنا چاہا اور ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ ان سے عزل کریں۔۔۔")۔

دلوں کے راز تو اللہ ہی جانتا ہے مگر قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب نے روایت کے اس حصے کو اس لیے نظر انداز کر دیا کہ اس کے ہوتے ہوئے اُن کا مقصد پورا نہ ہو سکتا تھا۔ یہاں عزل کا ذکر اُن عورتوں سے متعلق ہے جو میدان جنگ میں قیدی بن کر مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھیں اور مسلمان عزل اس لیے کرنا چاہتے تھے کہ اگر وہ حاملہ ہو گئیں اور ان سے اولاد ہو گئی تو پھر انہیں ہمیشہ کے لیے رکھنا پڑیگا۔ کیونکہ شریعت کی رُو سے جب لونڈی اپنے مالک کے بچہ کی ماں

ہو جائے تو پھر اس کی بیع وشری ناجائز ہو جاتی ہے۔ یہ بالکل ایک استثنائی صورت تھی جسے بڑی ہوشیاری کے ساتھ عمومیت کا رنگ دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک دعا بھی منسوب کی گئی ہے جس سے کتاب کے سارے مقالہ نگار یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور نے قلتِ مال اور کثرتِ اولاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی تھی۔ اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء (بخاری۔ کتاب الدعوات)۔ "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تنگ حالی سے اور ہلاکت میں پڑنے سے اور بدقسمتی سے اور دشمنوں کی خندہ زنی سے"۔ فاضل مقالہ نگاروں کے قلم کی کرشمہ سازی دیکھیے کہ انہوں نے حدیث کے راوی حضرت سفیان کے یہ الفاظ حذف کر دیئے ہیں کہ الحدیث ثلث زدت انا واحدۃ لا ادری ایتھن ھی "یعنی حضور سے تین فقرے منقول ہوئے تھے، ایک فقرہ میں نے بڑھا دیا اور اب مجھے یاد نہیں ہے کہ میرا بڑھایا ہوا فقرہ کونسا ہے"۔ اس سے حدیث کی صحت خود ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو الفاظ حضور سرور دوعالم کی طرف منسوب کیے گئے ہیں ان میں بھی تمام مضمون نگاروں نے علمی دیانت کا ثبوت نہیں دیا۔ کسی نے یہ ہمت نہیں کی کہ ان روایات کا حوالہ دیا جائے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود "جہد البلاء" سے مراد "قلتِ مال اور کثرتِ عیال" بیان فرمائی ہو۔ حدیث کی کتابوں میں یہ تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: قیل المراد بجھد البلاء قلۃ المال وکثرۃ العیال کذا جاء عن ابن عمرؓ (فتح الباری جزء ۲۶۔ کتاب الدعوات التعوذ من جھد البلاء)۔ "کہا گیا کہ جہد البلاء سے مراد مال کی قلت اور اولاد کی کثرت ہے"۔ یہ ابن عمرؓ سے منقول ہے۔

اسی طرح علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: واما جھد البلاء فروی عن ابن عمرؓ انہ فسرہ بقلۃ المال وکثرۃ العیال (شرح مسلم نووی باب الدعوات والتعوذ)۔ "جہد البلاء کی تشریح ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اس سے مراد ہے قلتِ مال اور کثرتِ عیال"۔ مشکوٰۃ اور بخاری ہر دو

کتب کے حاشیہ پر یہ الفاظ درج ہیں:

وقیل قلۃ المال وکثرۃ العیال — یہاں بھی "قیل" کہا گیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ بلکہ کسی اور نے کہی ہے۔ اب یہ کس قدر زیادتی ہے کہ بلا کسی ثبوت کے ایک بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی جائے۔ اور پھر اس سے ایک حکم شرعی نکالنے کی کوشش کی جائے

فاضل مضمون نگاروں میں سے بیشتر حضرات نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ غزوہ بنی مصطلق میں صحابہ نے عرب کی قید کی ہوئی عورتوں سے عزل کیا اور پھر حضور سرور کائنات سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ لا علیکم الا تفعلوا۔ اس کی شرح میں علامہ نووی فرماتے ہیں:۔ معناہ ما علیکم ضرر فی ترک العزل لان کل نفس قدر اللہ تعالی خلقھا لابد ان یخلقھا سواء عزلتم ام لا وما لم یقدر خلقھا لا یقع سواء عزلتم ام لا فلا فائدۃ فی عزلکم اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اگر عزل نہ کرو تو کوئی نقصان نہیں۔ اللہ تعالی نے جس نفس کی پیدائش تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہ خواہ تم عزل کر دیا نہ کرو وہ تو بہر صورت پیدا ہو کر رہے گا۔ اور جس کی پیدائش مقدر نہیں ہے وہ خواہ تم عزل کر دیا اس سے باز رہو۔ وہ بہر حال پیدا نہیں ہوگا۔ پھر عزل کا کیا فائدہ؟

تحریک نسل کے فاضل مضمون نگاروں نے "لا علیکم الا تفعلوا" کو صرف تعجب تک محدود رکھا ہے، حالانکہ نووی کے قول کے مطابق حضور نے ایک زبردست حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ نیل الاوطار ہی میں مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

لو ان الماء الذی یکون منہ الولد اھرقتہ علی صخرۃ لاخرج اللہ منہا ولدا۔ اگر اس مادہ منویہ سے جس سے بچہ ہونا ہے اسے تم چٹان پر بھی گرا دو تو اس سے بچہ پیدا ہوگا"

لا علیکم الا تفعلوا کی تشریح میں دوسرے اکابر ملت کے بھی بیشمار اقوال موجود ہیں۔ مثلاً قال ابن سیرین ھذا اقرب الی النھی (نیل الاوطار) ابن سیرین

نے کہا۔ یہ قریب قریب ممانعت ہی ہے۔ وحکی ابن عون عن الحسن انہ قال واللہ لکان ھذا زجرًا (نیل الاوطار)ابن عون عن الحسن نے کہا کہ خدا کی قسم یہ زجر ہے۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کی کہ میں اپنی لونڈی سے عزل کرتا ہوں تاکہ وہ حاملہ نہ ہوجائے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح اللہ نے جو پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اسے تم روک نہیں سکتے۔ اس کے بعد وہ پھر آیا اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ میری لونڈی جس کا میں نے ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہوگئی ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔ انا عبد اللہ ورسولہ (باب العزل)

ابن حزم اور ابن حبان ہر دو عزل کی حرمت کے قائل ہیں۔

علامہ نوویؒ اگرچہ اس حد تک تو نہیں گئے۔ مگر یہ ضرور فرماتے ہیں:۔ وھو مکروہ عندنا فی کل حالٍ وکل امرأۃٍ سواء رضیت ام لا۔ لانہ طریق الی قطع النسل۔ ”یہ فعل ہمارے نزدیک ہر حال میں مکروہ ہے۔ اور ہر عورت کے معاملہ میں مکروہ ہے۔ خواہ عزل اس کی رضامندی سے کیا جائے یا ناراضی سے کیونکہ اس سے قطع نسل ہوتا ہے“ اس کے بعد امام احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں: فان ما ورد فی النھی محمول علی کراھۃ التنزیھیۃ وما ورد فی الاذن فی ذالک محمول علی انہ لیس بحرام ولیس معناہ نفی الکراھۃ (نووی باب حکم العزل) ”کیونکہ جو روایات ممانعت میں وارد ہوئی ہیں وہ کراہت تنزیہی کے معنی میں ہیں اور جن میں اجازت آتی ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور وہ کراہت کے منافی بھی نہیں“

لاعلیکم الا تفعلوا کی پیچیدہ بحث کے بعد علامہ شوکانی میں فرماتے ہیں:

فافھم ثبوت الحرج فی فعل العزل۔ (باب ما جاء فی العزل۔ جزو خامس ص۲۱)

کتاب کے فاضل مقالہ نگار کو نیل الاوطار میں حضرت عمر فاروقؓ کی یہ حدیث تو نظر آگئی کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعزل عن الحُرَّۃ الا باذنھا لیکن انہیں اسی حدیث کے سلسلہ میں امام شوکانی کا یہ قول نہ مل سکا جو اس کتاب میں درج ہے:

وحدیث عمر بن الخطاب فی اسنادہ ابن لھیعۃ وفیہ مقال معروف[1]۔ اس کی سند میں ابن لھیعہ

---

[1] ممکن ہے بعض حضرات راوی مخفی والی حدیث کو بھی ضعیف کہنے پر آمادہ ہوجائیں۔ مگر اس کے متعلق حافظ

ہے اور اس کے معتبر ہونے میں جو کلام کیا گیا ہے وہ سب کو معلوم ہے "

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) ابن حجر کا قول ہے: وھذا دفع للاحادیث الصحیحۃ بالتوھم (یہ محض وہم کی بنا پر صحیح احادیث کو رد کرنا ہے)۔ بعض حضرات اسی عزل کو بالکل مباح ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں: قالت الیھود: العزل الموؤدۃ الصغری فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذبت یھود ان اللہ عز وجل لو اراد ان یخلق شیئا لم یستطع احد ان یصرفہ (رواہ احمد وابو داؤد بحوالہ نیل الاوطار) "یہودی کہتے تھے کہ عزل چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنا ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا: یہود نے جھوٹ کہا۔ اگر خدائے بزرگ و برتر کسی نفس کی پیدائش کا ارادہ کرے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا"

اس کی جو تشریح علامہ ابن حجر نے کی ہے اُس کو بھی پوری طرح ذہن میں رکھنا چاہیے: الذی کذّب فیہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھود، ھو زعمھم ان العزل لا یتصور معہ الحمل اصلا و جعلوہ بمنزلۃ قطع النسل بالوأد فاکذبھم واخبر انہ لا یمنع الحمل اذا شاء اللہ خلقہ واذا لم یرد خلقہ لم یکن وأدا حقیقۃ وانما وأدا خفیہ فی حدیث جذامۃ لان الرجل انما یعزل ھربا من الحمل فاجری قصدہ لذالک مجری الوأد۔ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بنا پر یہودیوں کو جھوٹا کہا ہے وہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک عزل کے معنی گویا یہ تھے کہ اس کے بعد حمل ٹھیرنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اس وجہ سے وہ اسے ویسا ہی قاطع نسل سمجھتے تھے جیسے زندہ درگور کرنا۔ حضورؐ نے اُن کی اسی بات کو جھٹلایا اور کہا کہ اگر اللہ کسی نفس کی پیدائش کا ارادہ کرے تو پھر حمل میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی اور اگر وہ ارادہ نہ کرے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ہے تو حقیقتاً قتل اولاد ہی لیکن وأد خفی ہے جیسا کہ جذامہ والی حدیث میں آیا ہے۔ کیونکہ جو آدمی عزل کرتا ہے وہ حمل سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کا مقصد وہی ہے جو زندہ درگور کرنے والوں کا مقصد تھا"

علامہ ابن حجر کی اس تشریح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضورؐ نے دراصل یہود کی جس بات کو جھوٹا کہا ہے وہ یہ نہیں تھی کہ "عزل قتلِ اولاد" کا ہم معنی ہے، بلکہ دراصل آپؐ نے ان کے اس خیال کو جھٹلایا تھا کہ عزل سے واقعی

(باقی صفحہ ۳۷۸ پر)

اس کتاب کے فاضل مرتب جناب مولانا جعفر شاہ صاحب خود ص۵۵ اور ص۶۵ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حضورؐ سرورِ کائنات کے دور میں کثرتِ آبادی کا کوئی مسئلہ نہ تھا، بلکہ اُس وقت کے حالات کے مطابق حضورؐ نے مسلمانوں کو آبادی بڑھانے کی ترغیب دی اور فرمایا "تناکحوا تکاثروا"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضورؐ سرورِ دو عالمؐ نے عزل کی اگر کبھی اجازت دی بھی تو وہ محض استثنائی صورت تھی، ورنہ حضورؐ نے تحدیدِ نسل کی کوئی تحریک اٹھانے کی طرف کبھی اشارہ نہیں کیا۔ جب آبادی پہلے ہی کم ہو (تب) اگر کسی شخص یا چند اشخاص کو عزل کی اجازت ملتی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اجازت عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ اس بنا پر ان مخصوص رخصتوں کی بنیاد پر ایک اجتماعی تحریک چلانے کے لیے حدیث سے سندِ جواز حاصل کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس کی ایک عالمِ دین سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ پھر "اہون البلیتین" کے معاملے میں جو استدلال جناب خلیفہ عبدالحکیم صاحب مرحوم نے اپنے مضمون میں کیا ہے اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ خلیفہ صاحب اسی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنا بھی ضروری ہے اور ضبطِ ولادت میں بدکاری بڑھنے کا خطرہ بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اہون البلیتین کیا ہے؟" (ص۲۱)

اہون البلیتین سے شریعت میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ ناگزیر برائیوں میں اگر آدمی گھر کر بالکل مجبور ہو جاتے اور ان سے مفر کی کوئی صورت بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ کم تر درجہ کی برائی کو قبول کر لے۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر کثرتِ آبادی زنا کے مقابلے میں اہون البلیتین کے تحت کیونکر آتی ہے۔ اول تو یہ مسئلہ اس قدر شدید نہیں جتنا کہ اس کو سمجھا جا رہا ہے۔ خارجی محرکات مثلاً مادیت پرستی، ہوسِ زر، خدا سے عدمِ تعلق اور مغرب

(حاشیہ صفحہ سابق) اولاد کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے اُن کے اس اعتقاد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کی پیدائش کا ارادہ رکھتا ہو تو کوئی اسے اپنے اس ارادہ سے روک نہیں سکتا۔ یہاں عزل کے قاتلِ اولاد ہونے کی نفی نہیں بلکہ درحقیقت اس کے مانع حمل ہونے کی نفی ہے اور علامہ ابن حجر کے قول کے مطابق عزل ہے تو خفیف ساوأد ہی البتہ یہ ہے "وأد خفی" کیونکہ وأد میں دو چیزیں ہوتی ہیں قصد اور فعل اور عزل میں صرف قصد ہوتا ہے۔

کی ذہنی غلامی نے اس مسئلہ کے اندر شدت پیدا کر دی ہے۔ دوسرے اس مسئلہ کو لازمی طور پر قطعِ نسل سے ہی حل نہیں کیا جا سکتا بلکہ انسان کی قوتِ فکر و عمل نے خوراک میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور ابھی اس کے بے پناہ امکانات موجود ہیں۔ یہ محض ایک خود ساختہ خوف ہے جس کو اپنے اوپر طاری کر کے اہون البلیتین کی رخصت سے فائدہ اٹھانے کی تدبیر کی جا رہی ہے۔ تاہم اگر یہ مان لیا جاتے کہ کثرتِ آبادی واقعی کوئی خطرہ ہے تو اسے بڑا خطرہ سمجھنا اور اس کے مقابلے میں ساری قوم کے اندر زنا پھیل جانے کے خطرے کو ہلکا سمجھ کر قبول کر لینا اسلامی طرزِ فکر نہیں ہے

شاہ صاحب نے عالمی مردم شماری کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوتے اس خطرہ کا اظہار کیا ہے کہ "ہر روز ہزارہا نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اضافہ آبادی کی اس رفتار سے ایک دو صدی کے بعد دنیا میں صرف کھڑے ہونے کے لیے جگہ رہ جائے گی اور غذائی اور تعلیمی حالت کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے" شاہ صاحب سے زیادہ اس حقیقت سے کون واقف ہے کہ یہ محض ایک خیالی خطرہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر آبادی بڑھ رہی ہے تو وسائلِ رزق میں بھی حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے اور اب تو سائنس دانوں نے اس بات کا کھوج لگا لیا ہے کہ سمندر بھی انسان کی روزی کا وافر سامان مہیا کر سکتا ہے۔ کائنات کے متعلق یہ سکونی (STATIC) نقطۂ نظر ان حضرات کو زیب نہیں دیتا جو دین کے بارے میں اتنے انقلابی (REVOLUTION) ہوں کہ بنیادوں تک کو تبدیل کر دینے میں انہیں کوئی خلش محسوس نہ ہو۔ بے جا نہ ہو گا اگر وسائلِ رزق کے بارے میں ہم مغرب کے ہی ایک گل سرسبد کے خیالات درج کر دیں۔

"انسان وسائلِ زمین کو گذشتہ پچاس ہزار برس سے مسلسل استعمال کرتا چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس دنیا میں جتنے انسان آج بس رہے ہیں اور انہیں جتنی سہولتیں آج میسر ہیں کبھی نہیں ہوئیں، اور دورِ جدید میں ان ذرائع و وسائل کو بڑھانے کے لیے حالات جس قدر دورِ حاضر میں روشن نظر آتے ہیں کبھی پہلے نہ تھے۔ اگر ہم کلاسیکی معیشت دانوں اور مالتھس کے معتقدین کے مطابق یہ تسلیم کر لیتے کہ زمین کی بنیادی خصوصیات میں گذشتہ پچاس ہزار سالوں میں کوئی

تبدیلی نہیں ہوتی تو پھر انسان اب تک دنیا سے نا پید ہو چکے ہوتے۔ حقیقت اس تنظریہ کے بالکل برعکس ہے۔ انسان کے پاس گذشتہ پانچ سو صدیوں کے مقابلے میں ذرائع و وسائل نسبتاً کہیں زیادہ ہیں کیونکہ اُس کی علمی اور فنی تحقیقات نے اسے قدرت کے ان عطیات سے فائدہ اٹھانے کے نئے نئے طریقوں سے بہتر طور پر آشنا کر دیا ہے۔ اور جتنی سرعت کے ساتھ یہ وسائل ختم ہو رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ برق رفتاری کے ساتھ وہ ان نئے نئے طریقوں کو دریافت کر رہا ہے۔"

(ڈبلیو، ایچ ، یونیورسٹی آف کراچی)

اس کتاب کے بعض پہلو بڑے ہی افسوسناک ہیں۔ ان میں بعض تو اس نوعیت کے ہیں کہ عقل انہیں باور نہیں کر سکتی۔ یہ شاید تجدد پسندی کا اثر ہے کہ اس میں دین کی بعض بنیادی تعلیمات تک کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس کام میں سب سے زیادہ حصہ ایک عالمِ دین کا ہی ہے

کتاب کے صہ ۲۹ پر تقدیر کے بارے میں چند فقرے دیتے گئے ہیں جو در حقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ مثلاً "توکل علی اللہ اصل ایمان ہے"، "اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور آنے والی روح تو بہر حال آکر رہتی ہے"۔ دین کے اندر مسئلہ تقدیر کو جو مقام حاصل ہے اُس سے کون سا مسلمان ناواقف ہے۔ اس کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"جذباتی اور خوش اعتقادانہ تصورات تو یہی ہوتے ہیں" (صہ ۲۹)

مولانا محترم ضبطِ تولید کے معاملے میں جذبات سے اتنے مغلوب ہو گئے ہیں کہ انہوں نے بعض روزمرہ کے مشاہدات سے بھی صرفِ نظر کر لیا ہے۔ معیشت کی بنیادی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

"قوم کو صرف اخلاقی درس اور وہ بھی یک طرفہ درس دینا بے کار ہے۔ اسے پہلے

اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لیے معاشی سہارا بھی چاہیے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے نہ کلمہ پڑھایا جاتا ہے، نہ نماز روزہ سکھایا جاتا ہے۔ پہلے اُسے دودھ دیا جاتا ہے ہماری مملکتِ پاکستان بھی اس وقت نوزائیدہ بچہ ہے۔ اسے پہلے معاشی سہارا دیجیے اس کے بعد اخلاقی وعظ فرمائیے۔" (صٓ۵۷)

مسلمانوں کے عام گھروں میں تو سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان اور تکبیر ہی کہی جاتی ہے اور اسے اس اعتبار سے سب سے پہلے اخلاقی وعظ ہی سنایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ تجدد پسندوں کے حلقے میں یہ معاملہ نہ ہوتا ہو۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

مقالہ نگاروں میں دو حضرات مصری ہیں ان میں سے ایک کو اخوان المسلمین کا رکن بتایا گیا ہے۔ ہمارے دل میں اخوان کی جو قدر و منزلت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن اخوان کے ہر رکن کے ہر قول و عمل کو ہم معیارِ حق و باطل نہیں قرار دے سکتے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر بات ختم کرنے سے پیشتر ہم ایک آدھ مثال اُس طرزِ استدلال کی بھی پیش کر دیں جس سے اس کتاب میں فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

فاضل مقالہ نگار تحدیدِ نسل کے حق میں مندرجۂ ذیل حدیث سے جواز حاصل کرتے ہیں:

"بروزِ حشر ان دو انگلیوں — انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی — کی طرح میں اور وہ بیوہ عورت قریب قریب ہوں گے جو عزت و حسن رکھنے کے باوجود اپنے بن باپ کے بچوں کی خاطر (عقدِ ثانی سے) اس وقت تک باز رہے جب تک وہ بڑے ہو جائیں یا بتقاضائے الٰہی فوت ہو جائیں اور ان کی خدمت کرتے کرتے اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتے۔ (صٓ۴۹)

پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ عقدِ ثانی نہ کرنا مزید اولاد کو وجود میں آنے سے روکنا ہے لیکن

اسے یہاں پسندیدہ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے بشرطیکہ مقصد موجودہ اولاد کی عمدہ تربیت ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مناکحت کا مقصد محض کثرتِ اولاد نہیں بلکہ تربیتِ اولاد ہے۔ اگر اولاد تھوڑی مگر تربیت یافتہ ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کثیر تعداد میں ہو اور تربیت کا کوئی سامان نہ ہو۔ پس آج بھی اگر زندوں کو زندہ رکھنے کی خاطر مزید روحوں کو آنے سے روک دیا جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ قربِ نبوی کا ذریعہ ہے، کیونکہ مقصد بے شمار افراد پیدا کرنا نہیں بلکہ ایسے افراد پیدا کرنا ہے جو معاشرے کے لیے باعثِ فخر ہوں، خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔"

صہ ۴۹

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

پوری کتاب اسی قسم کے عجیب و غریب دلائل سے بھری پڑی ہے۔